أَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِعَادٍ ﴿٦﴾

کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ آپ کے رب نے عادیوں کے ساتھ کیا کیا۔[1] (٦)

إِرَمَ ذَاتِ الْعِمَادِ ﴿٧﴾

ستونوں والے ارم کے ساتھ۔[2] (٧)

الَّتِي لَمْ يُخْلَقْ مِثْلُهَا فِي الْبِلَادِ ﴿٨﴾

جس کی مانند (کوئی قوم) ملکوں میں پیدا نہیں کی گئی۔[3] (٨)

وَثَمُودَ الَّذِينَ جَابُوا الصَّخْرَ بِالْوَادِ ﴿٩﴾

اور ثمودیوں کے ساتھ جنہوں نے وادی میں بڑے بڑے پتھر تراشے تھے۔[4] (٩)

وَفِرْعَوْنَ ذِي الْأَوْتَادِ ﴿١٠﴾

اور فرعون کے ساتھ جو میخوں والا تھا۔[5] (١٠)

الَّذِينَ طَغَوْا فِي الْبِلَادِ ﴿١١﴾

ان سبھوں نے شہروں میں سر اٹھا رکھا تھا۔(١١)

جاتا ہے، جس طرح اسی مفہوم کے اعتبار سے اسے نُہْیَۃٌ بھی کہتے ہیں۔ جواب قسم یا مقسم علیہ لَتُبْعَثُنَّ ہے کیوں کہ مکی سورتوں میں عقیدے کی اصلاح پر زیادہ زور دیا گیا ہے۔ بعض کے نزدیک جواب قسم آگے آنے والے الفاظ ﴿إِنَّ رَبَّكَ لَبِالْمِرْصَادِ﴾ ہے۔ آگے بہ طریق استشہاد اللہ تعالیٰ بعض ان قوموں کا ذکر فرما رہا ہے جو تکذیب و عناد کی بنا پر ہلاک کی گئی تھیں۔ مقصد اہل مکہ کو تنبیہ ہے کہ اگر تم ہمارے رسول ﷺ کی تکذیب سے باز نہ آئے تو تمہارا بھی اسی طرح مواخذہ ہو سکتا ہے، جیسے گزشتہ قوموں کا اللہ نے کیا۔

(١) ان کی طرف حضرت ہود علیہ السلام نبی بنا کر بھیجے گئے تھے انہوں نے تکذیب کی، بالآخر اللہ تعالیٰ نے سخت ہوا کا عذاب ان پر نازل کیا جو متواتر سات راتیں اور آٹھ دن چلتی رہی (الحاقۃ، ٧-١٠) اور انہیں تہس نہس کر کے رکھ دیا۔

(٢) إِرَمَ، عَادٍ سے عطف بیان یا بدل ہے۔ یہ قوم عاد کے دادا کا نام ہے۔ ان کا سلسلہ نسب ہے، عاد بن عوص بن ارم بن سام بن نوح۔ (فتح القدیر) اس کا مقصد یہ وضاحت ہے کہ یہ عاد اولیٰ ہے۔ ذات العماد (ستونوں والے) سے اشارہ ہے ان کی قوت و طاقت اور دراز قامتی کی طرف۔

علاوہ ازیں وہ فن تعمیر میں بھی بڑی مہارت رکھتے تھے اور نہایت مضبوط بنیادوں پر عظیم الشان عمارتیں تعمیر کرتے تھے۔ ذات العماد میں دونوں ہی مفہوم شامل ہو سکتے ہیں۔

(٣) یعنی ان جیسی دراز قامت اور قوت و طاقت والی قوم کوئی اور پیدا نہیں ہوئی۔ یہ قوم کہا کرتی تھی ﴿مَنْ أَشَدُّ مِنَّا قُوَّةً﴾ (حٰم السجدۃ، ١٥) "ہم سے زیادہ کوئی طاقت ور ہے؟"

(٤) یہ حضرت صالح علیہ السلام کی قوم تھی، اللہ نے اسے پتھر تراشنے کی خاص صلاحیت و قوت عطا کی تھی، حتیٰ کہ یہ لوگ پہاڑوں کو تراش کر ان میں اپنی رہائش گاہیں تعمیر کر لیتے تھے، جیسا کہ قرآن نے کہا ہے ﴿وَتَنْحِتُونَ مِنَ الْجِبَالِ بُيُوتًا فَارِهِينَ﴾ (الشعراء، ١٤٩)

(٥) اس کا مطلب یہ ہے کہ بڑے لشکروں والا تھا جس کے پاس خیموں کی کثرت تھی جنہیں میخیں گاڑ کر کھڑا کیا جاتا تھا۔

فَاَكْثَرُوْا فِيْهَا الْفَسَادَ ﴿١٢﴾

اور بہت فساد مچا رکھا تھا-(١٢)

فَصَبَّ عَلَيْهِمْ رَبُّكَ سَوْطَ عَذَابٍ ﴿١٣﴾

آخر تیرے رب نے ان سب پر عذاب کا کوڑا برسایا-[١] (١٣)

اِنَّ رَبَّكَ لَبِالْمِرْصَادِ ﴿١٤﴾

یقیناً تیرا رب گھات میں ہے-[٢] (١٤)

فَاَمَّا الْاِنْسَانُ اِذَا مَا ابْتَلٰىهُ رَبُّهٗ فَاَكْرَمَهٗ وَنَعَّمَهٗ ۙ فَيَقُوْلُ رَبِّيْٓ اَكْرَمَنِ ﴿١٥﴾

انسان (کا یہ حال ہے کہ) جب اسے اس کا رب آزماتا ہے اور عزت و نعمت دیتا ہے تو وہ کہنے لگتا ہے کہ میرے رب نے مجھے عزت دار بنایا-[٣] (١٥)

وَاَمَّآ اِذَا مَا ابْتَلٰىهُ فَقَدَرَ عَلَيْهِ رِزْقَهٗ ۙ فَيَقُوْلُ رَبِّيْٓ اَهَانَنِ ﴿١٦﴾

اور جب وہ اس کو آزماتا ہے اس کی روزی تنگ کر دیتا ہے تو وہ کہنے لگتا ہے کہ میرے رب نے میری اہانت کی (اور ذلیل کیا)-[٤] (١٦)

كَلَّا بَلْ لَّا تُكْرِمُوْنَ الْيَتِيْمَ ﴿١٧﴾

ایسا ہرگز نہیں[٥] بلکہ (بات یہ ہے) کہ تم (ہی) لوگ یتیموں کی عزت نہیں کرتے-[٦] (١٧)

وَلَا تَحٰٓضُّوْنَ عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ ﴿١٨﴾

اور مسکینوں کے کھلانے کی ایک دوسرے کو ترغیب نہیں دیتے-(١٨)

یا اس سے اس کے ظلم و ستم کی طرف اشارہ ہے کہ میخوں کے ذریعے سے وہ لوگوں کو سزائیں دیتا تھا-(فتح القدیر)

(١) یعنی ان پر آسمان سے اپنا عذاب نازل فرما کر ان کو تباہ و برباد یا انہیں عبرت ناک انجام سے دوچار کر دیا-

(٢) یعنی تمام مخلوقات کے اعمال دیکھ رہا ہے اور اس کے مطابق وہ دنیا اور آخرت میں جزا دیتا ہے-

(٣) یعنی جب اللہ کسی کو رزق و دولت کی فراوانی عطا فرماتا ہے تو وہ اپنی بابت اس غلط فہمی کا شکار ہو جاتا ہے کہ اللہ اس پر بہت مہربان ہے، حالاں کہ یہ فراوانی امتحان اور آزمائش کے طور پر ہوتی ہے-

(٤) یعنی وہ تنگی میں مبتلا کر کے آزماتا ہے تو اللہ کے بارے میں بدگمانی کا اظہار کرتا ہے-

(٥) یعنی بات اس طرح نہیں ہے جیسے لوگ سمجھتے ہیں- اللہ تعالیٰ مال اپنے محبوب بندوں کو بھی دیتا ہے اور ناپسندیدہ افراد کو بھی، تنگی میں بھی وہ اپنوں اور بیگانوں دونوں کو مبتلا کرتا ہے- اصل مدار دونوں حالتوں میں اللہ کی اطاعت پر ہے- جب اللہ مال دے تو اللہ کا شکر کرے، تنگی آئے تو صبر کرے-

(٦) یعنی ان کے ساتھ وہ حسن سلوک نہیں کرتے جس کے وہ مستحق ہیں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے "وہ گھر سب سے بہتر ہے جس میں یتیم کے ساتھ اچھا برتاؤ کیا جائے اور وہ گھر بدترین ہے جس میں اس کے ساتھ بدسلوکی کی جائے- پھر اپنی انگلی کے ساتھ اشارہ کر کے فرمایا، میں اور یتیم کی کفالت کرنے والا جنت میں اس طرح ساتھ ساتھ ہوں گے جیسے یہ دو انگلیاں ساتھ ملی ہوئی ہیں-(أبوداود، کتاب الأدب، باب في ضم الیتیم)

وَتَأْكُلُونَ التُّرَاثَ أَكْلًا لَّمًّا ﴿١٩﴾

اور (مُردوں کی) میراث سمیٹ سمیٹ کر کھاتے ہو۔[1] (۱۹)

وَتُحِبُّونَ الْمَالَ حُبًّا جَمًّا ﴿٢٠﴾

اور مال کو جی بھر کر عزیز رکھتے ہو۔[2] (۲۰)

كَلَّا إِذَا دُكَّتِ الْأَرْضُ دَكًّا دَكًّا ﴿٢١﴾

یقیناً جس[3] وقت زمین کوٹ کوٹ کر برابر کر دی جائے گی۔ (۲۱)

وَجَاءَ رَبُّكَ وَالْمَلَكُ صَفًّا صَفًّا ﴿٢٢﴾

اور تیرا رب (خود) آجائے گا اور فرشتے صفیں باندھ کر (آجائیں گے)۔[4] (۲۲)

وَجِايْۤءَ يَوْمَئِذٍ بِجَهَنَّمَ ۚ يَوْمَئِذٍ يَتَذَكَّرُ الْإِنسَانُ وَأَنَّىٰ لَهُ الذِّكْرَىٰ ﴿٢٣﴾

اور جس دن جہنم بھی لائی جائے گی[5] اس دن انسان کو سمجھ آئے گی مگر آج اسکے سمجھنے کا فائدہ کہاں؟[6] (۲۳)

يَقُولُ يَا لَيْتَنِي قَدَّمْتُ لِحَيَاتِي ﴿٢٤﴾

وہ کہے گا کہ کاش کہ میں نے اپنی اس زندگی کے لیے کچھ پیشگی سامان کیا ہوتا۔[7] (۲۴)

فَيَوْمَئِذٍ لَّا يُعَذِّبُ عَذَابَهُ أَحَدٌ ﴿٢٥﴾

پس آج اللہ کے عذاب جیسا عذاب کسی کا نہ ہو گا۔ (۲۵)

وَلَا يُوثِقُ وَثَاقَهُ أَحَدٌ ﴿٢٦﴾

نہ اس کی قید و بند جیسی کسی کی قید و بند ہو گی۔[8] (۲۶)

---

(۱) یعنی جس طریقے سے بھی حاصل ہو' حلال طریقے سے یا حرام طریقے سے لَمًّا بمعنی جَمْعًا

(۲) جَمًّا بمعنی كَثِيْرًا

(۳) یا تمہارا عمل ایسا نہیں ہونا چاہیئے جو مذکور ہوا' کیوں کہ ایک وقت آنے والا ہے جب.....

(۴) کہا جاتا ہے کہ جب فرشتے' قیامت والے دن آسمان سے نیچے اتریں گے تو ہر آسمان کے فرشتوں کی الگ صف ہو گی' اس طرح سات صفیں ہوں گی جو زمین کو گھیر لیں گی۔

(۵) ستر ہزار لگاموں کے ساتھ جہنم جکڑی ہوئی ہو گی اور ہر لگام کے ساتھ ستر ہزار فرشتے ہوں گے جو اسے کھینچ رہے ہوں گے۔ (صحیح مسلم' کتاب الجنۃ' باب فی شدۃ حر نار جہنم وبعد قعرھا۔ ترمذی' أبواب صفۃ جہنم' باب ماجاء فی صفۃ النار) اسے عرش کے بائیں جانب کھڑا کر دیا جائے گا' پس اسے دیکھ کر تمام مقرب اور انبیا علیہم السلام گھٹنوں کے بل گر پڑیں گے اور «یَارَبِّ! نَفْسِيْ نَفْسِيْ» پکاریں گے۔ (فتح القدیر)

(۶) یعنی یہ ہولناک منظر دیکھ کر انسان کی آنکھیں کھلیں گی اور اپنے کفر و معاصی پر نادم ہو گا' لیکن اس روز اس ندامت اور نصیحت کا کوئی فائدہ نہیں ہو گا۔

(۷) یہ افسوس اور حسرت کا اظہار' اسی ندامت کا حصہ ہے جو اس روز فائدہ مند نہیں ہو گی۔

(۸) اس لیے کہ اس روز تمام اختیارات صرف ایک اللہ کے پاس ہوں گے۔ دوسرے' کسی کو اسکے سامنے رائے یا دم زنی

يٰٓاَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ﴿٢٧﴾

اے اطمینان والی روح-(۲۷)

ارْجِعِيْٓ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً ﴿٢٨﴾

تو اپنے رب کی طرف[1] لوٹ چل اس طرح کہ تو اس سے راضی وہ تجھ سے خوش-(۲۸)

فَادْخُلِيْ فِيْ عِبٰدِيْ ﴿٢٩﴾

پس میرے خاص بندوں میں داخل ہو جا-(۲۹)

وَادْخُلِيْ جَنَّتِيْ ﴿٣٠﴾

اور میری جنت میں چلی جا-(۳۰)

سُوْرَةُ الْبَلَدِ

سورۂ بلد مکی ہے اور اس میں بیس آیتیں ہیں-

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ تعالیٰ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے-

لَآ اُقْسِمُ بِهٰذَا الْبَلَدِ ﴿١﴾

میں اس شہر کی قسم کھاتا ہوں-[2] (۱)

وَاَنْتَ حِلٌّۢ بِهٰذَا الْبَلَدِ ﴿٢﴾

اور آپ اس شہر میں مقیم ہیں-[3] (۲)

نہیں ہو گا حتیٰ کہ اسکی اجازت کے بغیر کوئی کسی کی سفارش تک نہیں کر سکے گا- ایسے حالات میں کافروں کو جو عذاب ہو گا اور جس طرح وہ اللہ کی قیدوبند میں جکڑے ہوں گے' اس کا یہاں تصور بھی نہیں کیا جا سکتا چہ جائیکہ اس کا کچھ اندازہ ممکن ہو- یہ تو مجرموں اور ظالموں کا حال ہو گا لیکن اہل ایمان و طاعت کا حال اس سے بالکل مختلف ہو گا' جیسا کہ اگلی آیات میں ہے-

(۱) یعنی اس کے اجر و ثواب اور ان نعمتوں کی طرف جو اس نے اپنے بندوں کے لیے جنت میں تیار کی ہیں- بعض کہتے ہیں قیامت والے دن کہا جائے گا' بعض کہتے ہیں کہ موت کے وقت بھی فرشتے خوشخبری دیتے ہیں' اسی طرح قیامت والے دن بھی اسے یہ کہا جائے گا جو یہاں مذکور ہے- حافظ ابن کثیر نے ابن عساکر کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی کو یہ دعا پڑھنے کا حکم دیا' «اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ نَفْسًا، بِكَ مُطْمَئِنَّةً، تُؤْمِنُ بِلِقَآئِكَ، وَتَرضَىٰ بِقَضَآئِكَ وتَقْنَعُ بِعَطَآئِكَ» -(ابن کثیر)

(۲) اس سے مراد مکہ مکرمہ ہے جس میں اس وقت' جب اس سورت کا نزول ہوا' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا قیام تھا' آپ ﷺ کا مولد بھی یہی شہر تھا- یعنی اللہ نے آپ ﷺ کے مولد و مسکن کی قسم کھائی' جس سے اس کی عظمت کی مزید وضاحت ہوتی ہے-

(۳) یہ اشارہ ہے اس وقت کی طرف جب مکہ فتح ہوا' اس وقت اللہ نے نبی ﷺ کے لیے اس بلد حرام میں قتال کو حلال فرما دیا تھا جب کہ اس میں لڑائی کی اجازت نہیں ہے چنانچہ حدیث ہے' نبی ﷺ نے فرمایا ''اس شہر کو اللہ نے اس وقت سے حرمت والا بنایا ہے' جب سے اس نے آسمان و زمین پیدا کیے- پس یہ اللہ کی ٹھہرائی ہوئی حرمت سے قیامت تک حرام ہے' نہ اس کا درخت کاٹا جائے نہ اس کے کانٹے اکھیڑے جائیں' میرے لیے اسے صرف دن کی ایک ساعت

وَوَالِدٍ وَّمَا وَلَدَ ﴿۳﴾
اور (قسم ہے) انسانی باپ اور اولاد کی۔[1] (۳)

لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِيْ كَبَدٍ ﴿۴﴾
یقیناً ہم نے انسان کو (بڑی) مشقت میں پیدا کیا ہے۔[2] (۴)

اَيَحْسَبُ اَنْ لَّنْ يَّقْدِرَ عَلَيْهِ اَحَدٌ ﴿۵﴾
کیا یہ گمان کرتا ہے کہ یہ کسی کے بس میں ہی نہیں؟[3] (۵)

يَقُوْلُ اَهْلَكْتُ مَالًا لُّبَدًا ﴿۶﴾
کہتا (پھرتا) ہے کہ میں نے تو بہت کچھ مال خرچ کر ڈالا۔[4] (۶)

اَيَحْسَبُ اَنْ لَّمْ يَرَهٗ اَحَدٌ ﴿۷﴾
کیا (یوں) سمجھتا ہے کہ کسی نے اسے دیکھا (ہی) نہیں؟[5] (۷)

اَلَمْ نَجْعَلْ لَّهٗ عَيْنَيْنِ ﴿۸﴾
کیا ہم نے اس کی دو آنکھیں نہیں بنائیں۔[6] (۸)

وَلِسَانًا وَّشَفَتَيْنِ ﴿۹﴾
اور زبان اور ہونٹ (نہیں بنائے)[7] (۹)

کے لیے حلال کیا گیا تھا اور آج اس کی حرمت پھر اسی طرح لوٹ آئی ہے' جیسے کل تھی ..... اگر کوئی یہاں قتال کے لیے دلیل میں میری لڑائی کو پیش کرے تو اس سے کہو کہ اللہ کے رسول کو تو اس کی اجازت اللہ نے دی تھی جب کہ تمہیں یہ اجازت اس نے نہیں دی"۔ (صحیح بخاری' کتاب العلم' باب لیبلغ الشاھد منکم الغائب۔ مسلم' کتاب الحج' باب تحریم مکۃ .....) اس اعتبار سے معنی ہوں گے وَأَنْتَ حِلٌّ بِهَذَا الْبَلَدِ فِي الْمُسْتَقْبَلِ یہ جملہ معترضہ ہے۔

(۱) بعض نے اس سے مراد حضرت آدم علیہ السلام اور ان کی اولاد لی ہے' اور بعض کے نزدیک یہ عام ہے' ہر باپ اور اس کی اولاد اس میں شامل ہے۔

(۲) یعنی اس کی زندگی محنت و مشقت اور شدائد سے معمور ہے۔ امام طبری نے اسی مفہوم کو اختیار کیا ہے' یہ جواب قسم ہے۔

(۳) یعنی کوئی اس کی گرفت کرنے پر قادر نہیں؟

(۴) لُبَدًا۔ کثیر' ڈھیر۔ یعنی دنیا کے معاملات اور فضولیات میں خوب پیسہ اڑاتا ہے' پھر فخر کے طور پر لوگوں کے سامنے بیان کرتا پھرتا ہے۔

(۵) اس طرح اللہ کی نافرمانی میں مال خرچ کرتا ہے اور سمجھتا ہے کہ کوئی اسے دیکھنے والا نہیں ہے؟ حالاں کہ اللہ سب کچھ دیکھ رہا ہے۔ جس پر وہ اسے جزا دے گا۔ آگے اللہ تعالیٰ اپنے بعض انعامات کا تذکرہ فرما رہا ہے تاکہ ایسے لوگ عبرت پکڑیں۔

(۶) جن سے یہ دیکھتا ہے۔

(۷) زبان سے وہ بولتا اور اپنے مافی الضمیر کا اظہار کرتا ہے۔ ہونٹوں سے وہ بولنے اور کھانے کے لیے مدد حاصل کرتا ہے۔ علاوہ ازیں وہ اس کے چہرے اور منہ کے لیے خوب صورتی کا بھی باعث ہیں۔

وَهَدَيْنٰهُ النَّجْدَيْنِ ﴿۱۰﴾
فَلَا اقْتَحَمَ الْعَقَبَةَ ﴿۱۱﴾
وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الْعَقَبَةُ ﴿۱۲﴾
فَكُّ رَقَبَةٍ ﴿۱۳﴾
اَوْ اِطْعٰمٌ فِيْ يَوْمٍ ذِيْ مَسْغَبَةٍ ﴿۱۴﴾
يَّتِيْمًا ذَا مَقْرَبَةٍ ﴿۱۵﴾
اَوْ مِسْكِيْنًا ذَا مَتْرَبَةٍ ﴿۱۶﴾
ثُمَّ كَانَ مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ وَتَوَاصَوْا
بِالْمَرْحَمَةِ ﴿۱۷﴾

ہم نے دکھا دیئے اس کو دونوں راستے۔[1] (۱۰)
سو اس سے نہ ہو سکا کہ گھاٹی میں داخل ہوتا۔[2] (۱۱)
اور کیا سمجھا کہ گھاٹی ہے کیا؟ (۱۲)
کسی گردن (غلام لونڈی) کو آزاد کرنا۔ (۱۳)
یا بھوک والے دن کھانا کھلانا۔ (۱۴)
کسی رشتہ دار یتیم کو۔ (۱۵)
یا خاکسار مسکین کو۔[3] (۱۶)
پھر ان لوگوں میں سے ہو جاتا جو ایمان لاتے[4] اور ایک
دوسرے کو صبر کی اور رحم کرنے کی وصیت کرتے

(۱) یعنی خیر کی بھی اور شر کی بھی اور ایمان کی بھی' سعادت کی بھی اور شقاوت کی بھی۔ جیسے فرمایا' ﴿ اِنَّا هَدَيْنٰهُ السَّبِيْلَ اِمَّا شَاكِرًا وَّاِمَّا كَفُوْرًا﴾ (الدھر - ۳) نَجْدٌ کے معنی ہیں' اونچی جگہ۔ اس لیے بعض نے یہ ترجمہ کیا ہے "ہم نے انسان کی (ماں کے) دو پستانوں کی طرف رہنمائی کر دی" یعنی وہ عالم شیر خوارگی میں ان سے اپنی خوراک حاصل کرے۔ لیکن پہلا مفہوم زیادہ صحیح ہے۔

(۲) عَقَبَةٌ گھاٹی کو کہتے ہیں یعنی وہ راستہ جو پہاڑ میں ہو۔ یہ عام طور پر نہایت دشوار گزار ہوتا ہے۔ یہ جملہ یہاں استفہام بمعنی انکار کے مفہوم میں ہے۔ یعنی أَفَلَا اقْتَحَمَ الْعَقَبَةَ کیا وہ گھاٹی میں داخل نہیں ہوا؟ مطلب ہے نہیں ہوا۔ یہ ایک مثال ہے اس محنت و مشقت کی وضاحت کے لیے جو نیکی کے کاموں کے لیے ایک انسان کو شیطان کے وسوسوں اور نفس کے شہوانی تقاضوں کے خلاف کرنی پڑتی ہے' جیسے گھاٹی پر چڑھنے کے لیے سخت جدوجہد کی ضرورت ہوتی ہے۔ (فتح القدیر)

(۳) مَسْغَبَةٍ، مَجَاعَةٍ (بھوک) يَوْمٍ ذِيْ مَسْغَبَةٍ 'بھوک والے دن۔ ذَا مَتْرَبَةٍ (مٹی والا) یعنی جو فقر و غربت کی وجہ سے مٹی (زمین) پر پڑا ہو۔ اس کا گھربار بھی نہ ہو۔ مطلب یہ ہے کہ کسی گردن کو آزاد کر دینا' کسی بھوکے کو' رشتے دار یتیم کو یا مسکین کو کھانا کھلا دینا' یہ دشوار گزار گھاٹی میں داخل ہونا ہے جس کے ذریعے سے انسان جہنم سے بچ کر جنت میں جا پہنچے گا۔ یتیم کی کفالت ویسے ہی بڑے اجر کا کام ہے' لیکن اگر وہ رشتے دار بھی ہو تو اس کی کفالت کا اجر بھی دگنا ہے۔ ایک صدقے کا' دوسرا صلہ رحمی کا۔ اسی طرح غلام آزاد کرنے کی بھی بڑی فضیلت احادیث میں آئی ہے۔ آج کل اس کی ایک صورت کسی مقروض کو قرض کے بوجھ سے نجات دلا دینا ہو سکتی ہے' یہ بھی ایک گونہ فَكُّ رَقَبَةٍ ہے۔

(۴) اس سے معلوم ہوا کہ مذکورہ اعمال خیر' اسی وقت نافع اور اخروی سعادت کا باعث ہوں گے جب ان کا کرنے والا صاحب ایمان ہو گا۔

أُولَٰٓئِكَ أَصْحَٰبُ ٱلْمَيْمَنَةِ ﴿١٨﴾
وَٱلَّذِينَ كَفَرُوا۟ بِـَٔايَٰتِنَا هُمْ أَصْحَٰبُ ٱلْمَشْـَٔمَةِ ﴿١٩﴾
عَلَيْهِمْ نَارٌ مُّؤْصَدَةٌۢ ﴿٢٠﴾

ہیں۔[1] (١٧)
یہی لوگ ہیں دائیں بازو والے (خوش بختی والے)(١٨)
اور جن لوگوں نے ہماری آیتوں کے ساتھ کفر کیا یہ کم بختی والے ہیں۔(١٩)
انہی پر آگ ہو گی جو چاروں طرف سے گھیری[2] ہوئی ہو گی۔(٢٠)

سُورَةُ الشَّمْسِ

سورۂ شمس مکی ہے اور اس میں پندرہ آیتیں ہیں۔

بِسْمِ ٱللَّهِ ٱلرَّحْمَٰنِ ٱلرَّحِيمِ

شروع کرتا ہوں اللہ تعالیٰ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

وَٱلشَّمْسِ وَضُحَىٰهَا ﴿١﴾
وَٱلْقَمَرِ إِذَا تَلَىٰهَا ﴿٢﴾
وَٱلنَّهَارِ إِذَا جَلَّىٰهَا ﴿٣﴾
وَٱلَّيْلِ إِذَا يَغْشَىٰهَا ﴿٤﴾
وَٱلسَّمَآءِ وَمَا بَنَىٰهَا ﴿٥﴾
وَٱلْأَرْضِ وَمَا طَحَىٰهَا ﴿٦﴾
وَنَفْسٍ وَمَا سَوَّىٰهَا ﴿٧﴾

قسم ہے سورج کی اور اس کی دھوپ کی۔[3] (١)
قسم ہے چاند کی جب اس کے پیچھے آئے۔[4] (٢)
قسم ہے دن کی جب سورج کو نمایاں کرے۔[5] (٣)
قسم ہے رات کی جب اسے ڈھانپ لے۔[6] (٤)
قسم ہے آسمان کی اور اس کے بنانے کی۔[7] (٥)
قسم ہے زمین کی اور اسے ہموار کرنے کی۔[8] (٦)
قسم ہے نفس کی اور اسے درست بنانے کی۔[9] (٧)

---

(١) اہل ایمان کی صفت ہے کہ وہ ایک دوسرے کو صبر کی اور رحم کی تلقین کرتے ہیں۔
(٢) مُؤْصَدَةٌ کے معنی مُغْلَقَةٌ (بند) یعنی ان کو آگ میں ڈال کر چاروں طرف سے بند کر دیا جائے گا' تاکہ ایک تو آگ کی پوری شدت و حرارت ان کو پہنچے۔ دوسرے' وہ بھاگ کر کہیں نہ جا سکیں۔
(٣) یا اس کی روشنی کی' یا مطلب ضحیٰ سے دن ہے۔ یعنی سورج کی اور دن کی قسم۔
(٤) یعنی جب سورج غروب ہونے کے بعد وہ طلوع ہو' جیسا کہ پہلے نصف مہینے میں ایسا ہوتا ہے۔
(٥) یا تاریکی کو دور کرے' ظلمت کا پہلے ذکر تو نہیں ہے لیکن سیاق اس پر دلالت کرتا ہے۔ (فتح القدیر)
(٦) یعنی سورج کو ڈھانپ لے اور ہر سمت اندھیرا چھا جائے۔
(٧) یا اس ذات کی جس نے اسے بنایا۔ پہلے معنی کی رو سے مَا بمعنی مَنْ ہو گا۔
(٨) یا جس نے اسے ہموار کیا۔
(٩) یا جس نے اسے درست کیا۔ درست کرنے کا مطلب ہے' اسے متناسب الاعضاء بنایا' بے ڈھبا اور بے ڈھنگا نہیں بنایا۔

فَأَلْهَمَهَا فُجُورَهَا وَتَقْوَاهَا ﴿٨﴾
پھر سمجھ دی اس کو بدکاری کی اور بچ کر چلنے کی۔[1] (٨)

قَدْ أَفْلَحَ مَنْ زَكَّاهَا ﴿٩﴾
جس نے اسے پاک کیا وہ کامیاب ہوا۔[2] (٩)

وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسَّاهَا ﴿١٠﴾
اور جس نے اسے خاک میں ملا دیا وہ ناکام ہوا۔[3] (١٠)

كَذَّبَتْ ثَمُودُ بِطَغْوَاهَا ﴿١١﴾
(قوم) ثمود نے اپنی سرکشی کے باعث جھٹلایا۔[4] (١١)

إِذِ انْبَعَثَ أَشْقَاهَا ﴿١٢﴾
جب ان میں کا بڑا بدبخت اٹھ کھڑا ہوا۔[5] (١٢)

فَقَالَ لَهُمْ رَسُولُ اللَّهِ نَاقَةَ اللَّهِ وَسُقْيَاهَا ﴿١٣﴾
انہیں اللہ کے رسول نے فرما دیا تھا کہ اللہ تعالیٰ کی اونٹنی اور اس کے پینے کی باری کی (حفاظت کرو)۔[6] (١٣)

فَكَذَّبُوهُ فَعَقَرُوهَا فَدَمْدَمَ عَلَيْهِمْ رَبُّهُمْ بِذَنْبِهِمْ فَسَوَّاهَا ﴿١٤﴾
ان لوگوں نے اپنے پیغمبر کو جھوٹا سمجھ کر اس اونٹنی کی کوچیں کاٹ دیں،[7] پس ان کے رب نے ان کے

---

(١) الہام کا مطلب یا تو یہ ہے کہ انہیں اچھی طرح سمجھا دیا اور انہیں انبیا علیہم السلام اور آسمانی کتابوں کے ذریعے سے خیر و شر کی پہچان کروا دی۔ یا مطلب ہے کہ ان کی عقل اور فطرت میں خیر اور شر، نیکی اور بدی کا شعور ودیعت کر دیا۔ تاکہ وہ نیکی کو اپنائیں اور بدی سے اجتناب کریں۔

(٢) شرک سے، معصیت سے اور اخلاقی آلائشوں سے پاک کیا، وہ اخروی فوز و فلاح سے ہمکنار ہو گا۔

(٣) یعنی جس نے اسے گمراہ کر لیا، وہ خسارے میں رہا۔ دَسٌّ، تَدْسِيسٌ سے ہے، جس کے معنی ہیں۔ ایک چیز کو دوسری چیز میں چھپا دینا۔ دَسَّاهَا کے معنی ہوں گے جس نے اپنے نفس کو چھپا دیا اور اسے بے کار چھوڑ دیا اور اسے اللہ کی اطاعت اور عمل صالح کے ساتھ مشہور نہیں کیا۔

(٤) طُغْيَانٌ، وہ سرکشی جو حد سے تجاوز کر جائے اسی طغیان نے انہیں تکذیب پر آمادہ کیا۔

(٥) جس کا نام مفسرین قدار بن سالف بتلاتے ہیں۔ اس نے ایسا کام کیا کہ یہ رئیس الاشقیاء بن گیا سب سے بڑا شقی (بدبخت)۔

(٦) یعنی اس اونٹنی کو کوئی نقصان نہ پہنچائے، اسی طرح اس کے لیے پانی پینے کا جو دن ہو، اس میں بھی گڑبڑ نہ کی جائے۔ اونٹنی اور قوم ثمود دونوں کے لیے پانی کا ایک ایک دن مقرر کر دیا گیا تھا۔ اس کی حفاظت کی تاکید کی گئی۔ لیکن ان ظالموں نے پروا نہیں کی۔

(٧) یہ کام ایک ہی شخص قدار نے کیا تھا۔ لیکن چوں کہ اس شرارت میں قوم بھی اس کے ساتھ تھی اس لیے اس میں سب کو برابر کا مجرم قرار دیا گیا۔ اور تکذیب اور اونٹنی کی کوچیں کاٹنے کی نسبت پوری قوم کی طرف کی گئی۔ جس سے یہ اصول معلوم ہوا کہ ایک برائی کا ارتکاب کرنے والے اگر چند ایک افراد ہوں لیکن پوری قوم اس برائی پر نکیر کرنے کے بجائے اسے پسند کرتی ہو تو اللہ کے ہاں پوری قوم اس برائی کی مرتکب قرار پائے گی اور اس جرم یا برائی میں برابر کی شریک سمجھی جائے گی۔

وَلَا يَخَافُ عُقْبٰهَا ﴿١٥﴾

گناہوں کے باعث ان پر ہلاکت ڈالی[1] اور پھر ہلاکت کو عام کر دیا اور اس بستی کو برابر کر دیا۔[2] (۱۴)

وہ نہیں ڈرتا اس کے تباہ کن انجام سے۔[3] (۱۵)

سُوْرَةُ اللَّيْلِ

سورۂ لیل مکی ہے اور اس میں اکیس آیتیں ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ تعالیٰ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

وَالَّيْلِ اِذَا يَغْشٰى ﴿١﴾

قسم ہے رات کی جب چھا جائے۔[4] (۱)

وَالنَّهَارِ اِذَا تَجَلّٰى ﴿٢﴾

اور قسم ہے دن کی جب روشن ہو۔[5] (۲)

وَمَا خَلَقَ الذَّكَرَ وَالْاُنْثٰى ﴿٣﴾

اور قسم ہے اس ذات کی جس نے نر و مادہ کو پیدا کیا۔[6] (۳)

اِنَّ سَعْيَكُمْ لَشَتّٰى ﴿٤﴾

یقیناً تمہاری کوشش مختلف قسم کی ہے۔[7] (۴)

فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰى وَاتَّقٰى ﴿٥﴾

جس نے دیا (اللہ کی راہ میں) اور ڈرا (اپنے رب سے)[8] (۵)

---

(۱) دَمْدَمَ عَلَيْهِمْ 'ان کو ہلاک کر دیا اور ان پر سخت عذاب نازل کیا۔

(۲) عام کر دیا' یعنی اس عذاب میں سب کو برابر کر دیا' کسی کو نہیں چھوڑا' چھوٹا بڑا' سب کو نیست و نابود کر دیا گیا۔ یا زمین کو ان پر برابر کر دیا یعنی سب کو تہ خاک کر دیا۔

(۳) یعنی اللہ تعالیٰ کو یہ ڈر نہیں ہے کہ اس نے انہیں سزا دی ہے کہ کوئی بڑی طاقت اس کا اس سے بدلہ لے گی۔ وہ انجام سے بے خوف ہے کیوں کہ کوئی ایسی طاقت نہیں ہے جو اس سے بڑھ کر یا اس کے برابر ہی ہو' جو اس سے انتقام لینے کی قدرت رکھتی ہو۔

(۴) یعنی افق پر چھا جائے جس سے دن کی روشنی ختم اور اندھیرا ہو جائے۔

(۵) یعنی رات کا اندھیرا ختم اور دن کا اجالا پھیل جائے۔

(۶) یہ اللہ نے اپنی قسم کھائی' کیوں کہ مرد و عورت دونوں کا خالق اللہ ہی ہے مَا موصولہ ہے۔ بمعنی الَّذِيْ۔

(۷) یعنی کوئی اچھے عمل کرتا ہے' جس کا صلہ جنت ہے اور کوئی برے عمل کرتا ہے جس کا بدلہ جہنم ہے۔ یہ جواب قسم ہے شَتّٰى، شَتِيْتٌ کی جمع ہے' جیسے مَرِيْضٌ کی جمع مَرْضٰى۔

(۸) یعنی خیر کے کاموں میں خرچ کرے گا اور محارم سے بچے گا۔

وَصَدَّقَ بِالْحُسْنٰى ﴿٦﴾
اور نیک بات کی تصدیق کرتا رہے گا۔[1] (٦)

فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْيُسْرٰى ﴿٧﴾
تو ہم بھی اسکو آسان راستے کی سہولت دیں گے۔[2] (٧)

وَاَمَّا مَنْۢ بَخِلَ وَاسْتَغْنٰى ﴿٨﴾
لیکن جس نے بخیلی کی اور بے پرواہی برتی۔[3] (٨)

وَكَذَّبَ بِالْحُسْنٰى ﴿٩﴾
اور نیک بات کی تکذیب کی۔[4] (٩)

فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْعُسْرٰى ﴿١٠﴾
تو ہم بھی اس کی تنگی و مشکل کے سامان میسر کر دیں گے۔[5] (١٠)

وَمَا يُغْنِيْ عَنْهُ مَالُهٗۤ اِذَا تَرَدّٰى ﴿١١﴾
اس کا مال اسے (اوندھا) گرنے کے وقت کچھ کام نہ آئے گا۔[6] (١١)

اِنَّ عَلَيْنَا لَلْهُدٰى ﴿١٢﴾
بیشک راہ دکھا دینا ہمارے ذمہ ہے۔[7] (١٢)

---

(١) یا اچھے صلے کی تصدیق کرے گا' یعنی اس بات پر یقین رکھے گا کہ انفاق اور تقویٰ کا اللہ کی طرف سے عمدہ صلہ ملے گا۔

(٢) يُسْرٰى کا مطلب نیکی اور اَلْخَصْلَةُ الْحُسْنٰى ہے۔ یعنی ہم اس کو نیکی و اطاعت کی توفیق دیتے اور ان کو اس کے لیے آسان کر دیتے ہیں۔ مفسرین کہتے ہیں کہ یہ آیت حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے' جنہوں نے چھ غلام آزاد کیے' جنہیں اہل مکہ مسلمان ہونے کی وجہ سے سخت اذیت دیتے تھے۔ (فتح القدیر)

(٣) یعنی اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرے گا اور اللہ کے حکم سے بے پرواہی' کرے گا۔

(٤) یا آخرت کی جزا اور حساب کتاب کا انکار کرے گا۔

(٥) عُسْرٰى (تنگی) سے مراد کفر و معصیت اور طریق شر ہے۔ یعنی ہم اس کے لیے نافرمانی کا راستہ آسان کر دیں گے' جس سے اس کے لیے خیر و سعادت کے راستے مشکل ہو جائیں گے۔ قرآن مجید میں یہ مضمون کئی جگہ بیان کیا گیا ہے کہ جو خیر و رشد کا راستہ اپناتا ہے' اس کے صلے میں اللہ اسے خیر کی توفیق سے نوازتا ہے اور جو شر و معصیت کو اختیار کرتا ہے' اللہ اس کو اس کے حال پر چھوڑ دیتا ہے اور یہ اس تقدیر کے مطابق ہی ہوتا ہے جو اللہ نے اپنے علم سے لکھ رکھی ہے۔ (ابن کثیر) یہ مضمون حدیث میں بھی بیان کیا گیا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "تم عمل کرو' ہر شخص جس کام کے لیے پیدا کیا گیا ہے' وہ اس کے لیے آسان کر دیا جاتا ہے' جو اہل سعادت سے ہوتا ہے' اسے اہل سعادت والے عمل کی توفیق دے دی جاتی ہے اور جو اہل شقاوت سے ہوتا ہے' اس کے لیے اہل شقاوت والے عمل آسان کر دیئے جاتے ہیں"۔ (صحيح البخاري' تفسير سورة الليل)

(٦) یعنی جب جہنم میں گرے گا تو یہ مال' جسے وہ خرچ نہیں کرتا تھا' کچھ کام نہ آئے گا۔

(٧) یعنی حلال اور حرام' خیر اور شر' ہدایت اور ضلالت کو واضح اور بیان کرنا ہمارے ذمے ہے۔ (جو کہ ہم نے کر دیا ہے)